تعلیماتِ اسلام کا ایک باب

عبادت میں اعتدال

(از مولانا خالد کمال مبارکپوری)

اقتصاد و اعتدال کی اہمیت اور اس کی ضرورت منوانے کے لئے نہ کسی عقلی دلیل کی ضرورت ہے نہ نقلی شواہد کی حاجت بلکہ وہ خود ایک مسلمہ حقیقت ہے، اگر آپ دین سے لیکر دنیا، روحانیت سے لیکر مادیت، افراد سے لیکر اجتماعیات تک نظر دوڑائیں تو آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ ہمارے روزمرہ کے اعمال و کردار اگر ایک دم کے لئے بھی نقطۂ اعتدال سے ہٹ جاتے ہیں تو ان میں نہ محض ایک انقلابِ عظیم پیدا ہوجاتا ہے بلکہ طوفانِ حوادث کے تند جھونکے بھی اپنا زور دکھانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگادیتے ہیں۔

تعمیر اگر اعتدال کے مرکز سے ذرا ہٹی تو اسے تخریب کا پیش خیمہ شمار کرنا چاہئے، دوا اگر اعتدال کی حد سے گذری تو موت کا پیغام تصوّر کرنا چاہئے۔ اسی طرح اگر کسی عابد و زاہد کی بے موقع عبادت و ریاضت نقطۂ اعتدال سے گذر کر آگے بڑھ گئی تو اُسے بھی باعث خیر و برکت نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ "خیرُ الامور اوسطہا" کے پیشِ نظر اُسے غیر ضروری اور زائد از مطلوب ہی تصوّر کرنا چاہئے۔

اسلام اپنے متبعین کو ہمیشہ اعتدال و اقتصاد، اور میانہ روی کی دعوت دیتا ہے، وہ نہ تو بے محل غلو کو پسند کرتا ہے اگرچہ وہ عبادت و ریاضت ہی کی شکل میں کیوں نہو، اور نہ بے جا تقصیر کو پسند کرتا ہے، چاہے وہ زندگی کے کسی بھی شعبے میں پائی جائے بلکہ وہ ابتداء سے انتہاء تک عبادات سے معاملات تک، اور آپس کے تعلّقات سے لیکر غیروں کے راہ و رسم تک ہر ہر قدم پر اقتصاد و اعتدال کی تعلیم دیتا ہے، اسلام عمل کی کثرت نہیں طلب کرتا البتہ مداومت طلب کرتا ہے۔ زیادتی نہیں مانگتا استقامت چاہتا ہے، فراوانی کا طالب نہیں فراخدلی اور مستقل مزاجی کا سائل ہے۔ اسی جانب ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

وکان احب الدین الیہ مادام صاحبہا علیہ۔ — "آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ اعمال پسند تھے، جو پابندی کے ساتھ برابر کئے جائیں"۔

ظاہر ہے کہ استکثار اور فزوں طلبی کا مقصد سوائے تنگی پیدا کرنے اور عضو معطل کر کے پژمردہ خاطر بنانے کے اور کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ اور اسلام اپنے متبعین کو نہ تنگ دل رکھنا چاہتا ہے نہ آزردہ خاطر، بالکل قرآنِ کریم کے الفاظ تو متبعین کے بارے میں یہ ہیں:۔

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (سورۂ بقرہ) — "اللہ تعالےٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے، اور تمہارے ساتھ دشواری منظور نہیں"

اسلام ایک زندہ حقیقت اور فطری مذہب ہے، جو ہر زمانہ کے نشیب و فراز سے گزرتا ہوا آخر وقت تک باقی رہے گا،

اس لئے اس کے اندر کسی ایسے امر کا دخول جو اس کے
مقاصد اور اہداف کو مجروح کرے کبھی برداشت نہیں
کر سکتا عضو معطل بنکر گوشہ نشینی کی زندگی اختیار
کرنا ممکن ہے بعض مصالح کی بناء پر مخصوص اوقات
میں جائز اور مستحسن ہو لیکن مستقل اس کا شیوہ بنالینا
غالباً اسلام کے مقاصد کے اندر داخل نہیں، جیسے
"لا رہبانیۃ فی الاسلام" کہکر رد کر دیا گیا ہے،
اس لئے اسلام ایک ایسی راہ تلاش کرتا ہے، جو
ابتداء سے انتہاء تک خوشدلی اور امنگ کے ساتھ
قائم رہ سکے، وہ راہ اقتصاد اور اعتدال کی راہ ہے
جو افراط و تفریط کے درمیان ایک حدِ فاصل ہے جس کا
عامل نہ تو کبھی تنگ دل ہو کر منہ موڑ سکتا ہے اور نہ
اپنے کئے ہوئے پچھلے اعمال سے اظہار بیزاری کر کے
آئندہ دامن چھڑا سکتا ہے، جسکے نتیجہ میں اسے دینی
اور دنیاوی دونوں قسم کے خسارے ہو سکتے ہیں۔ اسی
مضمون کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ کرتے ہوئے
نزولِ قرآن کے فلسفہ کا ذکر فرمایا گیا ہے:۔

طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ۔ (طٰہٰ) "طٰہٰ ہم نے آپ پر قرآن مجید اس لئے نہیں اُتارا کہ آپ کو تکلیف ہو"

* * *

اگر اقتصاد و اعتدال اور میانہ روی کی مثالیں قرآن
و حدیث میں تلاش کی جائیں تو ہر ہر قدم پر آپ کو اس
کے مکمل شواہد اور مدلل ثبوت ملیں گے خصوصیت
کے ساتھ عبادت کے اندر آپؐ نے اعتدال پر سختی سے
عمل پیرا ہونے کی تعلیم دی ہے کیوں کہ عبادتیں دو ایک
دن کی ہوتی نہیں کہ آدمی انھیں جیسے بھی ہو، کر کے فرصت
لیلے بلکہ اکثر عبادتیں ایسی ہیں جو روزانہ کئی مرتبہ کرنی پڑتی
ہیں اگر اُن میں ذرا بھی نقطۂ اعتدال سے تجاوز پایا گیا
تو نباہنا مشکل ہو جائے گا۔

آئیے آج دفاتر نبوی کے ان خزانوں کو ٹٹولیں جن میں
محسن اعظم کے اس سے متعلق اقوال و افعال موجود ہیں۔
سب سے پہلے ہماری نظر بخاری و مسلم کی اس حدیث
پر پڑتی ہے جس کو حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں۔

(۱) "ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ
کے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے، دیکھا کہ
ایک دوسری عورت بھی بیٹھی ہے، آپؐ نے
حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے پوچھا، یہ
کون ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ
فلاں عورت ہے، بےچاری اپنے صوم و صلوٰۃ
کا ذکر رہی ہے آپؐ نے فرمایا، عائشہؓ ان
تذکروں کو چھوڑو، تم وہ اعمال کرو جس کی طاقت
تم کو ہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ثواب
کو اُس وقت تک کم نہیں کر سکتا اور تمہاری
طرف سے اُس وقت تک لاپرواہی نہیں برت
سکتا جب تک تم اس سے لاپرواہی نہ کرنے
لگو، اور بہترین عبادت اور عمل وہ ہے جو دوامی
(اور نقطۂ اعتدال سے متجاوز نہ ہو)"۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث کا مضمون ہے جسے بخاری اور
مسلم دونوں نے متفقہ طور پر اپنی اپنی کتابوں میں ثبت
فرمایا ہے:۔

(۲) "حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ تین آدمی آنحضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کرنے کے لئے ازواج
مطہراتؓ کے پاس آئے، جب انھیں آپؐ کی عبادت وغیرہ
کے متعلق بتلایا گیا، تو انھوں نے اپنے اعمال و افعال کو
اس کے مقابلہ میں بہت ہی حقیر اور کم شمار کیا، اور کہا کہ
بھلا ہم کیسے حضور کے برابر ہو سکتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ
نے آپ کی صادر شدہ وغیر صادر شدہ تمام لغزشوں کو درگذر
فرمادیا ہے۔ اس کے بعد اُن میں سے ایک نے اپنے آپ کو

اُبھارتے ہوئے کہنا شروع کیا کہ "میں تو اب پوری رات نماز پڑھا کروں گا۔" دوسرے نے بھی اپنے نفس کو برانگیختہ کرنے کے لئے کہا "میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی بھی افطار نہ کروں گا۔" اور تیسرا کیوں خاموش رہتا، اُس نے بھی کہا، میں اب ہمیشہ عورتوں سے الگ رہ کر اعتزال کی زندگی گذاروں گا۔"

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے، اور اس واقعہ کی خبر ہوئی، تو آپؐ نے اُن سے جاکر پوچھا :۔

أانتم الذین قلتم كذا وكذا؟ اما واللہ انی لاخشاكم للہ واتقاكم له لكنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی ۔

"کیا تم ہی لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ خوب سمجھ لو کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر میرے دل میں تم سے زیادہ ہے اور میں تم سے زیادہ اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہوں لیکن اس کے باوجود میں روزہ بھی رکھتا ہوں، اور افطار بھی کرتا ہوں رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور شادی بھی میں نے کی ہے، جو میرے طریق سے ہٹے گا اُسے میری اُمت میں نہیں شمار کرنا چاہیئے۔"

آپؐ نے زہد و تقویٰ اور اطاعت گذاری کے نام پر بے جا تشدد کرنے والے جاہل اور نام نہاد عابد کو زجر و توبیخ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے :۔

هلك المتنطعون قالها ثلاثا ۔

"بے جا تشدد کرنے والے سمجھو کہ تباہ ہو گئے، برباد ہو گئے، اور آپ نے یہ کلمہ تین مرتبہ دوہرایا۔"

امام نوویؒ نے متنطعون کی تفسیر اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے :۔

المتنطعون المتعمقون المتشددون فی غیر موضع التشدید ۔

"متنطعون وہ لوگ ہیں، جو تعمق اور بے جا تشدد سے کام لیتے ہیں۔"

اس سلسلہ کی ایک دوسری حدیث جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

ان الدین یسر ولن یشاد الدین الا غلبه فسددوا وقاربوا وابشروا واستعینوا بالغدوة والروحة وشیء من الدلجة ۔

"دین آسان ہے اور جب بھی دین کے ساتھ تشدد برتا جائے گا، پس میانہ روی سے تقرب پیدا کرو اور بشارت دیتے رہو، اور صبح و شام، نیز رات کے حصہ میں عبادت کر لیا کرو۔"

اس حدیث میں استعارہ و تمثیل سے زیادہ کام لیا گیا ہے، اس کے معنی امام نوویؒ اپنے خاص انداز میں یہ بیان فرماتے ہیں :۔

معناه استعینوا علیٰ طاعة اللہ عزّ وجل بالاعمال فی وقت نشاطكم وفراغ قلوبكم بحیث تستلذون العبادة ولا تسأمون وتبلغون مقصودكم ۔ كما ان المسافر الحاذق یسیر فی هذه الاوقات ویستریح هو ودابته فی غیرها فیصل المقصود بغیر تعب واللہ اعلم

"اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اعمال حسنہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے فرصت و نشاط کے اوقات میں مدد طلب کرو اور ایسے انداز سے طلب کرو کہ عبادت کا صحیح لطف اُٹھا سکو ایسا نہ ہو کہ تم اُسے بار سمجھنے لگو اس طرح تم اپنے مقصود کو پانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔" جیسے کہ سیاح انہی اوقات میں سفر کرتا ہے اور دوسرے اوقات میں اس کی سواری اور وہ خود دونوں آرام کرتے ہیں اور اس طرح بغیر کسی دکھ اور پریشانی کے آسانی سے منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔"

مذکورہ بالا احادیث سے جہاں اقتصاد و اعمال کا پتہ چلتا ہے، اسی طرح یہ حدیث اس معنی کی بھی خبر دے رہی ہے کہ عبادت کے اندر کا یہ عنوان لازم اور ہر طرح کی طبعی گرانی کا فقدان ضروری ہے ورنہ اس کے بغیر عبادت کا لطف اور اس کا مزہ ملنا مشکل ہو جائے گا بلکہ بعض اوقات لینے کے دینے پڑ جائیں گے اور یہ عبادت سراپا نقصان ثابت ہوگی۔ ایک حدیث میں اسی معنی کو یوں ادا کیا گیا ہے، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

اذا نعس احدکم وھو یصلی فلیرقد حتی یذھب عنہ النوم فان احدکم اذا صلی وھو ناعس لایدری لعلہ یذھب یستغفر فیسب نفسہ

"اگر کوئی شخص نماز پڑھتے پڑھتے اونگھنے لگے تو اُسے سو جانا چاہیئے تاکہ نیند زائل ہو جائے اس لئے کہ اونگھتے ہوئے نماز پڑھنے والا بے خبر ہوتا ہے اُسے کیا خبر کہ میں آیا تھا استغفار کرنے اور یہ ناروا کلمات اپنے لئے زبان سے ادا کر رہا ہوں"

گویا یہ بھی اعتدال و اقتصاد کی ایک اہم کڑی ہے جس کے متعلق احادیث میں بصراحت موجود ہے۔ چنانچہ ابی عبداللہ جابرؓ بن سمرہ سے مروی ہے کہ:۔

کنت اصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلوات فکانت صلاتہ قصدا وخطبتہ قصدا

"میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اکثر نماز پڑھا کرتا تھا آپ کی نماز درمیانی ہوا کرتی تھی اسی طرح آپ کے خطبات بھی درمیانی ہوا کرتے تھے (یعنی نہ طویل ہوتے تھے نہ مختصر)"

اقتصاد فی العبادت کے باب میں زاہد اسلام حضرت ابوالدرداء کا یہ واقعہ سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے جسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ ہجرت کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ کے درمیان بھائی چارگی کرا دی تھی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت سلمانؓ حضرت ابوالدرداء کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ام الدرداء کو زیب و زینت سے لاپرواہ دیکھ کر آپ نے پوچھا، کیا بات ہے؟ ام الدرداء نے جواب دیا کہ کیا کروں تمہارے بھائی کو تو دنیا سے کوئی مطلب ہی نہیں ہے کس کے لئے زیب و زینت کروں؟ اتنے میں حضرت ابوالدرداءؓ بھی آپہونچے، اور انہوں نے حضرت سلمانؓ کے سامنے کھانا رکھ کر کہا، تم کھاؤ، میں روزے سے ہوں، حضرت سلمانؓ نے کہا، جب تک تم میرے ساتھ نہیں کھاؤ گے میں کھانا نہیں کھا سکتا۔ انہوں نے مجبور ہو کر ساتھ کھانا کھایا۔ جب رات ہوئی تو ابوالدرداء نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ حضرت سلمانؓ نے کہا کہ سو جاؤ، وہ سو گئے، تھوڑی دیر بعد پھر اُٹھے، حضرت سلمانؓ نے پھر انھیں روکا، اور کہا، سو جاؤ، اب کے بھی وہ سو گئے۔ جب رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت سلمانؓ نے کہا، اب اُٹھو، نماز پڑھیں۔

چنانچہ دونوں حضرات نے نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت سلمانؓ نے کہا، تمہارے اوپر کئی قسم کے حقوق ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا حق، خود نفس کا حق، اور اہل و عیال کا حق" لہذا تمہیں ہر ایک کا حق ادا کرنا چاہیئے۔ صبح کے وقت بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہو کر اس کا تذکرہ کیا، تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا:۔

"صدق سلمان" یعنی سلمانؓ نے بالکل سچ بات بتلائی "

اسلام نے عبادات میں اتنی وسعت رکھی ہے کہ

اگر اطمینان و سکون سے کوئی محض فرائض ہی کو ادا کر لیا کرے تو اُسے نوافل وغیرہ کا ثواب بھی اسی میں مل جاتا ہے۔ خلوص اور صدق نیتی سے احکامِ اسلام کو بجا لانا رات دن کے نوافل کے برابر ہو جاتا ہے، اور اس کے ثواب میں اس قدر زیادتی ہوتی ہے کہ عمر کے ہر ہر لمحہ کی عبادت کے برابر ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے جا تشدد اور دیگر حقوق و فرائض کو چھوڑ کر محض مخصوص عبادت میں دن رات مشغول رہنے سے یہ سمجھا کر روک دیا گیا ہے کہ اگرچہ کمیت کے اعتبار سے ممکن ہے تم اُسے کم سمجھو لیکن کیفیت اور ثواب کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں، اگر ایک شخص اپنے اہل و عیال کے حقوق کی ادائیگی میں لگا ہوا ہے تو اُسے بھی اسی شخص کے برابر ثواب ملے گا جو ایک مخصوص فرائض کی ادائیگی میں رات دن ایک کئے ہوئے ہے۔

ایک حدیث کا مفہوم ہے جو ایک دوسرے زاہد اسلام ابی محمد عبد اللہ بن عمروؓ بن العاص سے متعلق ہے، اور خود اُن ہی کی روایت کردہ ہے، آپ فرماتے ہیں کہ :۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ میں نے کہا ہے کہ میں پوری عمر دن کو روزہ رکھنے اور رات کو تہجد پڑھنے میں گذار دوں گا، تو حضورؐ نے مجھے بُلا کر پوچھا :۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم :۔ تم نے یہ بات کہی ہے ؟

عبد اللہ بن عمروؓ :۔ میرے ماں باپ آپ قربان ہوں ہاں! میں نے کہا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم :۔ تم اس کو اخیر وقت تک نبھا نہیں سکتے، لہٰذا تم روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو (یعنی ہر دن روزہ نہ رکھو) رات کو سویا بھی کرو اور نماز بھی پڑھو۔ اور دیکھو تم ایسا کرو کہ مہینہ میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو، ایسا کرنے سے تم کو پورے مہینے کا ثواب ملے گا کیوں کہ ہر نیکی کا دس گنا ثواب ملتا ہے، اگر تم ہر مہینہ تین روزے رکھ لیا کرو گے تو گویا تم نے پورے سال اور ہمہ عمر روزے رکھے۔

عبد اللہ بن عمروؓ :۔ میں اپنے اندر اس سے زیادہ عمل کرنے کی طاقت پاتا ہوں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم :۔ پھر تم ایک دن روزہ رکھو، اور دو دن نہ رکھو۔

عبد اللہ بن عمروؓ :۔ میں اس سے زیادہ عمل کر سکتا ہوں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم :۔ تو پھر ایک دن روزہ رکھو، ایک دن افطار کرو، کیوں کہ حضرت داؤد علیہ السلام اسی طرح سے روزے رکھا کرتے تھے، اور روزے میں یہی اعتدال و اقتصاد کی راہ ہے۔

عبد اللہ بن عمروؓ :۔ میں اس سے بھی زیادہ کر سکتا ہوں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم :۔ لیکن اس سے بہتر ثواب کوئی شکل ہی نہیں ہے۔ یہی سب سے افضل صورت ہے۔

اس کے بعد اپنی عمر کے آخری ایام میں حضرت عبد اللہ بن عمروؓ افسوس کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کو قبول کر لیتا تو اس وقت وہ میرے مال و اسباب اور اہل و عیال سب سے زیادہ محبوب ہوتے۔

یہ حدیث لفظی تغیر کے ساتھ صحیحین میں مختلف روایتوں سے موجود ہے، معنی کے اعتبار سے اُن میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ تمام اقتصاد و اعتدال کا اعلیٰ نمونہ ہیں اور ہر ایک میں ما بہ المقصود تعلیم میانہ روی ہے۔

اس حدیث میں اس حقیقت کو آشکارا کر دیا گیا ہے کہ انسان کی عمریں مختلف ہوتی ہیں، کوئی عمر طبعی سے زیادہ

رہتا ہے کوئی اس سے قبل مرجاتا ہے، ایسی حالت میں اگر اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر دراز فرمائی تو اُس کو عبادت میں توازن برقرار رکھنا محال ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اُس نے اقتصاد واعتدال سے کام لیا ہے تو انشاء اللہ العزیز اخیر وقت تک وہ اُس کو نبھاہ سکتا ہے۔ چنانچہ اسی حدیث کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ:۔

انك لا تدری لعلك یطول بك عمرك ۔ — ”تم کو کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ تمہاری عمر کو اللہ تعالیٰ دراز فرما دے۔“

÷ ÷ ÷

اُس کا اثر جو عبداللہ بن عمروؓ پر پڑا اس کو وہ خود اخیر وقت میں اِن الفاظ میں ذکر فرماتے ہیں:۔

فلما کبرت وددت انی کنت قبلت رخصة نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — ”جب بوڑھا ہوا تو مجھے افسوس ہوا کہ کاش میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی عطا کی ہوئی رخصت کو قبول کر لیتا“

÷ ÷ ÷

روزہ، نماز اور دیگر عبادتیں ہر شخص کو پیاری ہیں، لیکن اسی حد تک اسلام اس کو استحسان کی نظر سے دیکھتا ہے جہاں تک اس کی عظمت باقی رہ سکے، ایسا نہ ہو کہ دو چار دن تو بڑے خلوص اور پابندی کے ساتھ رات، دن ایک کر کے ادا کئے جائیں۔ لیکن اس کے بعد اُس کی طرف سے بے توجہی کا اظہار ہونے لگے یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن عمروؓ کی حدیث میں جو دوسری روایت سے منقول ہے، فرماتے ہیں:۔

لاصیام من صام الابد — ”جو لگاتار برابر روزے رکھتا رہے اس کا روزہ، روزہ نہیں“

÷ ÷ ÷

اور آپ نے یہ الفاظ تین مرتبہ اپنی زبان مبارک سے دوہرائے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ:۔

”بہترین روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ہے، اور افضل نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی ہے، اُن کا اصول یہ تھا کہ آدھی رات تک سوتے، اور رات کے تیسرے حصہ میں اُٹھ کر تہجد پڑھتے، اور پھر رات کے آخری اور چھٹے حصہ میں سو جایا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک دن روزے سے ہوتے، ایک دن افطار کرتے اور جب کسی سے مُلاقات ہوئی تو دامن بچا کر راہِ فرار نہ اختیار فرمایا کرتے تھے“۔

عبادت و ریاضت کے سلسلہ میں کچھ حضرات اس قدر غلو کر دیتے ہیں کہ وہ غلو خود اُن کے لئے وبال بن جاتا ہے، حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی مثال نہیں ہوتی مثلاً ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، دیکھا کہ ایک آدمی کھڑا ہے، آپ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ اُس کا نام ابو اسرائیل ہے اس نے منت مانی ہے کہ وہ دھوپ میں کھڑا رہے گا نہ بیٹھے گا نہ سایہ حاصل کریگا، اور نہ ہی کسی سے بات کریگا اور وہ اس حالت میں روزہ سے ہوگا آپؐ نے اس کی باتیں سُنکر فرمایا:۔

مروہ فلیتکلم ولیستظل ولیقعد ولیتم صومه (الحدیث) — ”اس کو حکم دو کہ وہ بات چیت کرے اور سایہ میں بیٹھے البتہ روزہ کی نیت کر لی ہے تو روزہ کو پورا کرے“

ہم نے جگہ جگہ بے جا غلو اور تشدد کی قید لگا کر بزرگانِ دین اور سلف صالحین سے پیدا ہونے والی بدظنی کا سدِ باب کر دیا ہے کیونکہ اُن کی زندگی کی تمام تر مشغولیت اتباعِ نبویؐ اور شریعتِ محمدیؐ پر عمل پیرا ہونے میں گذری ہے نہ کہ بیجا تشدد اور غلو میں۔

اگر اللہ توفیق دے تو ہم کو بھی اتباعِ نبویؐ میں اسی طرح سرشار ہونا چاہیئے جیسا کہ سلفِ صالحین نے ہمارے لئے نمونہ پیش کیا ہے ÷